باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

تفسیر جلالین میں پ ۸، ص ۱۳۳ سورۃ اعراف میں آیت "ثم استوی علی العرش" کے حاشیے میں ہے "وروی البیہقی عن ابی حنیفۃ ان اللہ فی السماء دون الارض وعنہ وقال من انکر ان اللہ فی السماء فقد کفر......"

ا۔ اس آیت اور حاشیے کی روشنی میں "اللہ تعالیٰ کہاں ہیں" کا اہلسنت والجماعت کیا جواب دیتے ہیں۔ بالفاظ دیگر۔ این اللہ من حیث الذات والصفات؟

ب۔ زید کا اس بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت ذات کے اعتبار سے عرش پر ہیں اور علم وقدرت کے اعتبار سے ہر جگہ ہے۔

ج۔ عمرو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات وصفات کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہیں۔

د۔ بکر اس بارے میں کہتا ہے کہ یہ تو بعید از عقل ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہو۔ اس میں چند خرابیاں ہیں ۱۔ اللہ تو لازمان اور لامکان ہیں تو یہ کہنا کہ "ہر جگہ ہیں" یہ تو مکان سے مقید کر دیا ہے۔ اور اللہ اس سے پاک ہیں۔ ۲۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف بہت سی قبیح چیزوں کی نسبت ہوگی مثلاً اللہ بیت الخلاء میں بوقت فراغت، اور غسلخانے میں بوقت غسل، ساتھ ہوں گے۔ "العیاذ باللہ"۔

ہ۔ خالد کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صفات یعنی علم، قدرت کے اعتبار سے ہر جگہ ہیں اور ذات کے اعتبار سے کہاں ہیں، اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے بارے غور وخوض سے منع کیا گیا ہے۔

دلائل یہ ہیں: خالد کی دلیل تفسیر عثمانی سورۃ مجادلہ میں "ھو معکم اینما کنتم" کی تفسیر میں تصریح ہے کہ اللہ اپنے علم محیط کے اعتبار سے ہر جگہ ہے یہاں ذات باری تعالیٰ کے بارے میں کچھ مذکور نہیں لہذا اس کے پیچھے پڑنے کی ضرورت ہی نہیں۔

عمرو کی دلیل یہ ہے کہ صفات ذات کے تابع ہوتی ہیں جب صفات کے اعتبار سے ہے تو ذات بھی ساتھ ہی ہوگی ہاں وہ ذات کیسی ہے وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے واللہ اعلم بالصواب۔

زید کی دلیل ہے "ثم استوی علی العرش" کی بنا پر ذات باری عرش پر ہے اور علم کے اعتبار سے ہر جگہ۔

دریافت طلب امور۔

۱۔ امام صاحب کی عبارت کی توضیح ہے؟

۲۔ اہلسنت والجماعت کا مسلک، این اللہ من حیث الذات والصفات؟

۳۔ زید، عمرو، خالد کے عقائد میں سے کونسا ٹھیک ہے؟

۴۔ غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاتحزن ان اللہ معنا" اسی طرح حضرت موسیٰ نے "ان معی ربی" میں جو معیت کا ذکر ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام لے کر کلام کیا گیا ہے۔ تو وہاں موجودگی باری تعالیٰ کی خبر ذات کے بارے میں ہے یا علم وقدرت کے بارے میں؟

۵۔ عقیدہ وحدت الوجود کیا ہے اور یہ کن کا عقیدہ ہے؟

۶۔ صرف یہ کہہ دینا کہ جو عقیدہ اہلسنت والجماعت کا ہے وہی میرا ہے۔ معلوم نہ کرنا۔ کیا یہ کافی ہوگا؟

آخر میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان، زمان، جہات اور تشبیہ وتمثیل سے پاک ہے، اور اس کی ذات میں غور کرنا، بحث ومباحثہ کرنا ممنوع ہے۔ مقصود صرف یہ دریافت کرنا ہے کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے۔

(جاری ہے ....)

Date

⑦ جہنم کے بارے میں زید کا یہ عقیدہ ہے کہ "جہنمی ہمیشہ جہنم میں رہیگا۔ ہاں اللہ جہنم کے فنا کرنے پر قادر ہے لہذا جہنم اگر ختم ہو جائے تو میرا کیا جائیگا ان کا بھلا ہی ہوگا۔"
ایسا کہنے اور علی الاعلان اس کے پھیلانے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

⑧ جنت میں ہر جی کی خواہش پوری کی جائیگی۔ لہذا اگر کوئی جنت کے حسن و نعمتیں بیان کرنے والا اگر مبالغہ سے کام لے اور مبالغہ بھی ایسا کہ جو خبر و اثر کے وارد اوصاف و الحالات سے خارج ہو اور جب اس سے حوالہ دریافت کیا جائے تو کہے "ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون۔"
تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ مثلاً بیان کرنا کہ وہاں۔ چائے کی نہریں، بسکوٹ کے پہاڑ۔ اور عورتوں کے حسن کے ایسے دلکش منظر بیان کرنا قلم ان کے تحریر کرنے سے قاصر ہے۔

مولانا صاحب! گذارش ہے کہ آپ نے قیمتی لمحات میں سے کچھ لمحات اس صحیفہ کی نذر فرما کر مستفتیان پر شفقت فرما کر ممنون و مشکور فرماویں۔

فقط والسلام
محمد ارشد۔ رشید احمد۔ محمد نعمان بلکھوی
مدرسہ عربیہ راستہ عوند
۱۳ رجب ۱۴۲۸ھ

دار الافتاء

(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

الجواب حامداً ومصلیاً

مذکورہ سوالات اور مباحث میں سے اکثر ایسے ہیں جن کے جواب پر دین کا کوئی عملی حکم موقوف نہیں، ان مباحث اور تفصیلات کے بارے میں قبر اور آخرت میں سوال نہیں ہوگا، لھذا ایسے مسائل سے گریز کرنا چاہیئے اور اپنے اوقات کو ایسے مسائل کے معلوم کرنے میں صرف کرنا چاہیئے جن کا براہِ راست تعلق عملی زندگی سے ہے، اس تمہید کے بعد آپ کے سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

① صورتِ مسئولہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت "اللہ فی السماء دون الارض" کی نسبت اگر امام ابوحنیفہ رح کی طرف کسی سند صحیح سے ثابت بھی ہو تو وہ ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے جسمیں جہمیوں کے عقیدہ پر رد مقصود ہے (جسکی عربی عبارت آگے آئے گی)، اسمیں امام صاحب رح نے اس بات پر قرآن وحدیث کے ظاہری نصوص سے استدلال فرمایا ہے۔ مثلاً: "أأمنتم من فی السماء" [سورۃ الملک ۱۶]۔

"فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ألا تأمنونی وأنا أمین من فی السماء [اخرجہ البخاری ۳/۷۳، کتاب المغازی]"۔

"فقال لھا: أین اللہ؟ قالت: فی السماء قال من أنا؟ فقالت: انت رسول اللہ قال انھا مومنۃ فاعتقھا [مسلم ۲/۷۰ کتاب المساجد]"۔

"ربنا الذی فی السماء تقدس اسمک الحدیث [ابوداوہ ۲/۱۵۵ کتاب الطب]"۔

"ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" [ترمذی، ابواب البر والصلۃ]۔ وغیرہ،

ان نصوص کے حقیقی معنی سے کوئی کلام نہیں کیا گیا ہے، جہاں تک دوسری عبارت کا تعلق ہے، "من انکر اللہ فی السماء فقد کفر" تو یہ اسلئے صحیح ہے کہ اس بات کے انکار سے مذکورہ بالا آیات اور احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔ اب مذکورہ بالا نصوص کے بارے میں

(جاری ہے ....)

اہل السنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

وفی کتاب الاسماء والصفات للبیہقی (۲/۱۷۰) ط دار الکتب . بیروت .

• اخبرنا ابوبکر بن الحارث الفقیہ انا ابو محمد بن حیان أنا احمد بن جعفر ابن نصر ثنا یحیی بن یعلی قال : سمعت نعیم بن حماد یقول : سمعت نوح بن ابی مریم أبا عصمۃ یقول : کنا عند ابی حنیفۃ أول ما ظہر اذ جاءتہ امرأۃ من ترمذ کانت تجالس جہماً، فدخلت الکوفۃ فاظننی أقل ما رأیت علیہا عشرۃ آلاف من الناس تدعو الی رأیہا فقیل لہا : ان ھھنا رجلاً قد نظر فی المعقول یقال لہ ابو حنیفۃ فاتتہ فقالت : أنت الذی تعلم الناس المسائل وقد ترکت دینک ؟ أین الھک الذی تعبدہ ؟ فسکت عنہا ثم مکث سبعۃ ایام لا یجیبہا ثم خرج الیہا وقد وضع کتابان : اللہ تبارک وتعالی فی السماء دون الارض . فقال لہ رجل : أرأیت قول اللہ عزوجل « وھو معکم » قال : ھو کما تکتب الی الرجل أنی معک وأنت غائب عنہ . قلت : لقد اصاب ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ فیما نفی عن اللہ عزوجل من الکون فی الارض وفیما ذکر من تاویل الایۃ وتبع مطلق السمع فی قولہ : ان اللہ عزوجل فی السماء ومرادہ من ذلک واللہ اعلم ان صحت الحکایۃ عنہ ما ذکرنا فی معنی قولہ « أأمنتم من فی السماء » .

(۲) صورتِ مسئولہ میں « أین اللہ من حیث الذات والصفات » کے جواب میں اہل السنت والجماعت کا عقیدہ، علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی کتاب [عقائد الاسلام] سے مختصراً ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے) چنانچہ حضرت لکھتے ہیں :

• خدا تعالیٰ کے لئے کوئی مکان اور زمان اور جہت اور سمت نہیں کیونکہ وہ

(جاری ہے ...)

غیر محدود ہے اور مکان اور جہت محدود کے لئے ہوتے ہیں اور مکان اور زمان مکین کو احاطہ کئے ہوئے اور گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب کو محیط ہے، زمین اور زمان اور کون ومکان سب اسی کے مخلوق ہیں اور اس کے احاطہ قدرت میں ہیں، کان اللہ ولم یکن شی غیرہ یعنی ازل میں صرف خدا تعالیٰ تھا، اس کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اسی نے اپنی قدرت سے زمین اور زمان اور مکین اور مکان کو پیدا کیا جس طرح وہ مکان اور زمان کے پیدا کرنے سے پہلے بغیر مکان اور بغیر جہت کے تھا اب بھی اسی شان سے ہے جس شان سے وہ پہلے تھا۔ ھو الان کما کان۔

نیز جہات امور اضافیہ اور نسبیہ میں مثلاً فوق اور تحت اور یمین اور شمال یہ سب چیزیں حادث ہیں نسبت کے بدلنے سے ان میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے ایک شی کسی کے اعتبار سے فوق ہے اور کسی کے اعتبار سے تحت ہے پس یہ کیسے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ ازل میں کسی جہت یا سمت کیساتھ مخصوص ہو۔ جہت اور سمت حادث کے لئے ہوتی ہے ازلی کے لئے نہیں ہوتی، پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کوئی مکان ہے اور نہ کوئی جہت ہے اور نہ کوئی سمت ہے مکان اور جہت اور سمت تو محدود اور متناہی کے لئے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی نہایت ہے۔ ع

این جہاں محدود آن خود بیحد است

اس کی ہستی سمت اور جہت اور مکان اور زمان کی حدود اور قیود سے پاک ہے لہذا خدا تعالیٰ کے متعلق یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ کہاں ہے اور کب سے ہے اس لئے کہ وہ مکان اور زمان سب سے سابق اور مقدم ہے۔ مکان اور

(جاری ہے ...)

زمان سب اس کی مخلوق ہے وہ تو لامکان اور لازمان ہے، اس کی ہستی
مکان اور زمان پر موقوف نہیں بلکہ زمان اور مکان کی ہستی اس کے
ارادہ پر موقوف ہے۔ [عقائد الاسلام ۲، ۳۸]۔

۳ ــــــــ صورتِ مسئولہ میں زید، عمرو اور خالد کے عقائد کے بارے میں حکیم الامت
حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب امداد الفتاوی (۶، ۲۲) سے ایک مختصر اور جامع تبصرہ نقل
کیا جاتا ہے جو انہوں نے ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:

"مسئلہ نازک ہے عقول متوسط اس کی تحقیق سے عاجز ہیں، اس
لئے اس میں بحث بھی جائز نہیں، خصوص تحریر تو بالکل کافی نہیں۔ جواب
تو اتنا ہی مصلحت تھا مگر آپ کے شوق و فہم کا تقاضا باعث ہوا کہ کچھ مختصر
اور سلیس لکھ ہی دوں"۔

آگے عمرو اور خالد کے عقیدہ پر فریق اول اور زید کے عقیدہ پر فریق ثانی کا نام دیتے ہوئے حضرت
لکھتے ہیں:

"دونوں فریق کے مقولہ مبہم اور محتاج تفسیر ہیں، فریق اول کی اگر یہ مراد ہے
کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ مثل ہوا کے پھیلا ہوا ہے اور بھرا ہوا ہے تب تو غلط ہے
کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکانی ہو۔ دوسرے مکانیات سے
صرف یہ امتیاز ہوگا کہ اوروں کا مکان محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کا مکان
غیر محدود، سو مکانی ہونا چونکہ احتیاج الی المکان کو مستلزم ہے اور
احتیاج سے حق تعالیٰ منزہ ہے اس لئے مکان سے بھی منزہ ہے بلکہ غور کیا جاوے
تو اس میں دوسرے مکانیات سے بھی زیادہ احتیاج ثابت ہوئی کہ اور تو
ایک ایک مکان کے محتاج ہوں گے اور وہ ہر مکان کا۔ نعوذ باللہ۔ اگر یہ

(جاری ہے۔۔۔)

مطلب ہے کہ اس کی تجلی جیسی کہ اس کی ذات منزہ کے شان کو زیبا ہے عرش کے ساتھ خاص نہیں جیسے عرش پر ہے، اسی طرح غیر عرش پر ہے سو یہ مسئلہ کسی نقل قطعی الدلالہ یا کسی دلیل عقلی کے خلاف نہیں، بعض صوفیہ اس طرف گئے اس لئے اس کے قائل ہونے کی گنجائش ہے، بعض آیات واحادیث کے ظاہری الفاظ بھی اس پر چسپاں ہیں۔ مثلاً وھو معکم أینما کنتم اور ترمذی کی حدیث ہے: لو دلّیتم حبلاً الی الارض السفلی لھبط علی اللہ ومثلھما اور اگر ان میں تاویل کی جائے تو تاویل دوسری جانب بھی ہوسکتی ہے مثلاً عرش کا کسی تجلی عام کے ساتھ کسی خاص تجلی سے بھی مشرف ہونا ونحوہ لیکن جو شخص اس کا قائل ہو بوجہ قطعی نہ ہونے کے دوسرا احتمال رکھنا بھی اس پر واجب ہے۔ اسی طرح فریق ثانی کی اگر یہ مراد ہے کہ عرش حق تعالیٰ کے لئے مکان اور حیز ہے تو مکانیت کا انتفاء ابھی معلوم ہو چکا ہے بلکہ ایک معنی کر مکان مذکورہ سابقہ سے بھی اس میں زیادہ نقص لازم آتا ہے، کیونکہ اوپر تو مکان غیر محدود کا ذکر کیا گیا تھا جو فی الجملہ عظمت کا مشعر ہے اور یہاں تو عرش سے بھی اس کا محاط ہونا لازم آتا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اس کی کچھ خصوصیت عرش سے ایسی ہے جو ادراک و فہم سے عالی ہے تو ظاہر نصوص کی موافق ہے جیسے کہ سوال میں ایسی نصوص کی طرف اشارہ بھی ہے اور یہ سب خلاصہ ہے اقوال منقولہ کا باقی اسلم یہی ہے کہ اس میں گفتگو نہ کی جاوے اور حقیقت کو خدا تعالیٰ کے سپرد کیا جاوے۔ فی التفسیر المظھری تحت قولہ تعالیٰ: ثم استوی الی السماء. و الصوفیۃ العلیۃ کما اثبتوا معیۃ لا کیف لھا۔ الی قولہ۔ لذلک اثبتوا تجلیاً

(جاری ہے ۔۔۔)

خاصاً رحمانیاً علی العرش . وفیه تحت قوله تعالیٰ : مع الصبرین . بل معیة غیر متکیفة فیتضح علی العارفین ولا یدرک کنهها الخ . وفیه تحت قوله تعالیٰ یاتیهم الله فی ظل الایمان به وتفویض الی الله تعالیٰ والتحاشی عن البحث فیه وهو مسلک السلف الخ "۔

④ ــــــ اس سلسلہ میں منسلکہ فتویٰ ملاحظہ ہو جو کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی نے ایک مستفتی (مولانا اسلم) کے سوال کے جواب پر تبصرہ کے طور پر تحریر فرمایا ہے۔

⑤ ــــــ اسکا خلاصہ یہ ہے کہ گو ممکنات موجود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وجود بخشا ہے مگر وجودِ حق کے مقابلہ میں ان کا وجود نہایت ناقص وضعیف وحقیر ہے، اسلئے ممکنات کے وجود کو اللہ تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں عدم کہیں گے جب یہ کالعدم ہوا تو وجود معتد بہ ایک ہی رہ گیا، یہی وحدۃ الوجود کے معنی ہیں کیونکہ اسکا لفظی ترجمہ ہے وجود کا ایک ہونا سو ایک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ گو دوسرا ہے سہی مگر ایسا ہی ہے جیسا نہیں ہے اسکو مبالغۃً وحدۃ الوجود کہتے ہیں ۔ اس مسئلہ کو مرتبہ تحقیق علمی میں "توحید" کہتے ہیں اور جب سالک کا یہ حال ہو جائے تو اس مرتبہ کو "فناء" کہتے ہیں ۔ (ماخذہٗ : شریعت وطریقت للتھانوی ص ۳۱۰ بنقل از تبویب $\frac{۳۹}{۲۰۹}$)۔

⑥ ــــــ صرف یہ کہنا کہ جو عقیدہ اہل السنت والجماعت کا ہے وہی میرا عقیدہ ہے تفصیل معلوم نہ کرنا کافی ہے ۔

⑦ ــــــ زید کا علی الاطلاق یہ کہنا کہ "جہنمی ہمیشہ جہنم میں رہیگا" صحیح نہیں کیونکہ گناہ گار مسلمان جو جہنم میں جائیں گے وہ سزا کاٹنے کے بعد بالاخر جہنم سے نکالے جائیں گے اور یہ کہنا کہ "ہاں اللہ جہنم کے فنا کرنے پر قادر ہے لہذا جہنم اگر ختم ہو جائے تو میرا کیا جائے گا ان کا بھلا ہی ہوگا " اگر اسی کہنے سے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کو فنا کر سکتا ہے

(جاری ہے ...)

تو اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اسکے فنا کرنے پر قادر ہے، البتہ اگر اس کہنے سے مذکورہ شخص کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی وقت جہنم کو فنا کردیں گے تو یہ کہنا غلط ہے، کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کے فنا کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود یہ بات نہیں چاہے گا کہ جہنم فنا ہوجائے، اسلئے کافر جہنمیوں کو کبھی نکلنا بھی نصیب نہیں ہوگا (بیان القرآن ۱/۶۴)۔ لہذا اگر دوسرا مطلب ہو تو اس عقیدہ کی اصلاح ضروری ہے، اور اس عقیدہ کے پھیلانے اور ایسے الفاظ کے کہنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

وفی تفسیر ابن کثیر (۲/۴۳۴) دار الکتب۔ بیروت۔

"خلدین فیها ما دامت السموٰت والارض الا ما شاء ربک، الایة. قال: ولا یبقی بعد ذلك فی النار الا من وجب علیه الخلود فیها ولا محید له عنها وهذا الذی علیه کثیر من العلماء قدیماً وحدیثاً فی تفسیر هذه الایة الکریمة"۔

وفی التفسیر الکبیر (۱۸/۵۱) دار الکتب۔ بیروت۔

"واما الجمهور الاعظم من الامة فقد اتفقوا علی ان عذاب الکافر دائم"۔

وفی هامش بیان القرآن (۱/۶۳) میر محمد۔ کراچی۔

"وأنت تعلم خلود الکفار مما اجمع علیه المسلمون ولا عبرة بالمخالف والقواطع اکثر من ان تحصی ولا یقاوم واحد منها کثیراً من هذه الاخبار ولا دلیل فی الایة علی ما یقوله المخالف"۔

۸ ـــــ صورتِ مسئولہ میں آیت کریمہ (ولکم فیها ما تشتهی انفسکم ولکم فیها ما تدعون) سے استدلال کرتے ہوئے جنت کے ایسے حسین مناظر اور نعمتوں کا بیان کرنا جو قرآن وسنت سے ثابت ہیں جائز اور مستحسن ہے، البتہ اس میں حد سے زیادہ مبالغہ آرائی سے بچنا چاہئے، اسی طرح جنت کی نعمتوں کے بیان میں ایسی چیزوں کے تذکرہ سے جو جنت کے شایانِ شان نہیں، قرآن وسنت میں انکا ذکر نہیں، بلکہ گھٹیا اور حقیر سمجھی جاتی ہیں،

(جاری ہے۔۔۔)

اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ جنت میں ایسی چیزیں نہیں ہیں اور نہ ہی ایسی چیزوں کی خواہش اور طلب جنتی لوگوں کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

وفی التفسیر الکبیر (۲۶، ۸۲) دار الکتب۔ بیروت۔

«تحت قولہ تعالیٰ: ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم۔ الایۃ۔ قال: ویطلبون فلا طلب لہم وتقریرہ ھو ان یکون ما یدعون بمعنی ما یصح ان یطلب ویدعی»

وفی تفسیر القرطبی (۱۵، ٤٢) دار الکتب العربی۔ بیروت۔

«وقیل: المعنی ان من ادعی منہم شیئا فھو لہ، لان اللہ تعالیٰ قد طبعھم علی ألا یدعی منہم احد الا ما یجمل ویحسن أن یدعیہ» واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

عبدالستار عبداللہ

دار الافتاء دار العلوم کراچی

۱۳/۱/۱٤۲۹ھ

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف غفراللہ
۱۳/۱/۱٤۲۹ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفی عنہ
۱٤۲۹-۱-۱٤

الجواب صحیح
عبدالمنان عفی عنہ
۱٤/۱/۱٤۲۹ھ

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۳۱/۱۰۳۲
مورخہ ۱۳/۱/۲۹

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال و جواب	تبویب	عنوان

۵ ابن کثیر ۲: ۳۲۲ ، ۲ : ۲۲۳
۶ بخاری شریف ۲ : ۱۰۶۰
۷ مسلم شریف
۸ ترمذی شریف ۱ : ۲۰۶
۹ معارف السنن ۲: ۱۴۰ ، ۱۳۷
۱۰ مرقات المفاتیح ۹ : ۲۲۹
۱۱ درس ترمذی ۲ : ۲۰۵
۱۲ یواقیت وجواہر ۱۰
۱۳ نبراس ۱۵۳
۱۴ تلبیس ابلیس ۱۵۳
۱۵ غنیۃ الطالبین ۱ : ۱۵۳ ، ۱ : ۲۶۹
۱۶ امداد الفتاوی ۶ : ۲۶ ، ۴۴ ، ۲۸ ، ۱۳۱ ، ۳۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد :

احقر نے مولانا محمد مسلم صاحب کے استفتاء کے جواب میں مولانا عصمت اللہ صاحب استاذ و رفیق دار الافتاء دار العلوم کراچی کی تحریر کا مطالعہ کیا ۔ بحیثیت مجموعی یہ تحریر ماشاء اللہ اپنے موضوع پر مناسب اور طالب حق کیلئے کافی ہے ۔ ~~[illegible]~~ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کُنہ انسانی عقل کے ادراک سے ماوراء ہے ، لہذا اسمیں خوض کرنا اور اسے عوام کے مجمع میں موضوع بحث بنانا مناسب نہیں کہ اس سے بہت سے فتنے پیدا ہوتے ہیں ۔

جہانتک حقیقت مسئلہ کا تعلق ہے ، وہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی نصوص میں اللہ تعالیٰ کیلئے بعض ایسی صفات ثابت کی گئی ہیں جنکو اپنے معروف ظاہری معنی پر محمول کرنے سے تشبیہ و تجسیم کا شبہ ہوتا ہے ، جس سے ذات باری تعالیٰ باجماع منزہ اور پاک ہے ، لہذا سلف کا طریقہ یہ ہے کہ ان نصوص پر اسی طرح ایمان لایا جائے جیسے وہ وارد ہوئی ہیں ، اور انکے معنی مراد اور انکی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا جائے ، اور اسمیں غور و خوض اور اسکی کُنہ کی تلاش سے پرہیز کیا جائے ۔ ان نصوص کے بارے میں سلف سے جو منقول ہے کہ " امروھا بلا کیف " ، اسکا یہی مطلب ہے ۔

اب یہ نصوص دو قسم کی ہیں ، ایک قسم وہ ہے جسمیں اللہ تعالیٰ کیلئے " استواء علی العرش " کا اثبات کیا گیا ہے ، اور دوسری وہ ہے

تاریخ نقل فتاوی	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال وجواب	تبویب	عنوان

جیسے "هو معكم اينما كنتم" اور "ان الله بكل شيء محيطا"
اور "الا هو معهم اين ما كانوا" اور "نحن اقرب اليه من
حبل الوريد" وغیرہ وارد ہوا ہے۔ سلف صالحین کی اکثریت دونوں
قسم کی نصوص میں اسی بات کی قائل ہے کہ "امروها بلا کیف"
یعنی ان تمام نصوص پر اسی طرح ایمان رکھا جائے جیسے وہ وارد ہوئی ہیں
اور یہ ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے "استواء علی العرش" بھی ثابت ہے

اور "هو معهم اينما كانوا" اور "بكل شيء محيطا" وغیرہ کی بنا پر ثابت ہے
جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہو۔ لیکن جس طرح استواء علی العرش
کی کیفیت معلوم نہیں، اسی طرح ہر جگہ موجود ہونے کی کیفیت بھی معلوم
نہیں، اور جس طرح استواء علی العرش کا یہ مطلب لینا درست نہیں ہے کہ
عرش پر اس کا تمکن اجسام کی طرح ہے، یا اس کا نزول الی السماء الدنیا
(معاذ اللہ) اجسام کی طرح حلول من مکان الی مکان کو مستلزم ہے، اسی طرح
"هو معهم" اور "بكل شيء محيط" کا یہ مطلب لینا بھی درست
نہیں ہے کہ وہ (معاذ اللہ) مختلف امکنہ میں حلول کئے ہوئے ہے، بلکہ
جس طرح استواء کی کیفیت متشابہ ہے، اسی طرح ہر جگہ
موجود و محیط ہونے کی کیفیت بھی متشابہ ہے، دونوں کے ساتھ
ایک ہی جیسا معاملہ ہونا چاہئے کہ امروها بلا کیف۔
لیکن بعض حضرات علماء نے (مثلاً علامہ ابن تیمیہ وغیرہ) استواء کے
معاملے میں تو یہ فرمایا کہ "امروها بلا کیف" لیکن "هو معهم"
یا "معکم" یا "بكل شيء محيط" وغیرہ میں "امروها بلا کیف"
پر عمل کرنے کے بجائے تاویل کا راستہ اختیار کیا، اور فرمایا
کہ معیت سے مراد معیت علمیہ یا معیت نصرت ہے، اور احاطہ
سے مراد احاطۂ علم وقدرت ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اگر بعض
متکلمین نے "استواء" وغیرہ میں تاویل کا راستہ اختیار کیا تو
ان پر گمراہی کی طرف منسوب کیا گیا، لیکن خود "محکم" وغیرہ
میں تاویل کا راستہ اختیار کیا تو اس پر کوئی اعتراض نہ کیا گیا۔

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دار العلوم کراچی

فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام وپتہ مستفتی	مضمون سوال وجواب	تبویب	عنوان
			حالانکہ اگر دوسری قسم کی نصوص میں تاویل کرنا گمراہی نہیں ہے تو پہلی قسم کی نصوص میں تاویل گمراہی کیوں ہے؟ لہٰذا محتمل بات یہ ہے کہ ان تمام نصوص میں تفویض، امرّوها بلا کیف اور بے تکلف تاویل، تینوں یہ مذاہب محتمل ہیں۔ ان میں سے کسی کو گمراہی یا خروج عن اہل السنۃ نہیں کہا جا سکتا۔ [illegible] تجسیم، تعطیل اور حلول کا عقیدہ یقیناً گمراہی ہے۔ البتہ راجح مذہب یہی ہے کہ دونوں قسم کی نصوص میں امرّوها بلا کیف پر عمل کیا جائے، یعنی استواء پر بھی بلا کیف ایمان رکھا جائے اور ہر جگہ موجود ہونے اور محیط ہونے پر بھی بلا کیف ایمان رکھا جائے اسی میں سلامتی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ خادم طلبہ دار العلوم کراچی ۱۴ ۱۰/۴/۱۹ یکم جمادی الثانیہ از طیارہ براہ بحرین		